۲۳

جو شخص خلافت کی مخالفت کرتا ہے وہ اسلام کی عملی زندگی پر تبر چلاتا ہے

(فرمودہ ۲۳ر جولائی ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں آج بہت زیادہ دیر سے آسکا ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ کل مجھے شدید سر درد کا دورہ ہؤا اور اس کی وجہ سے میں رات بھر جاگتا رہا۔صبح اُٹھ کر میں نے برومائیڈ پیا اور تھوڑی دیر کے لئے سو گیا۔ پھر میں دفتر میں آیا اور کچھ دوست جو مجھ سے ملنے آئے ہوئے تھے، اُن سے ملا۔ اس کے بعد چونکہ بعض حوالے تاریخی کتب سے میں نے نکالنے تھے اِس لئے وہ حوالہ جات تلاش کرتا رہا اور ان سے ایسے وقت میں فارغ ہؤا جبکہ غسل اور کھانے کے بعد نماز کو بہت دیر ہو جاتی تھی ۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی ان دونوں کاموں سے فراغت پائی مگر پھر دیر ہوگئی۔

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں مصری صاحب کے بعض ان اعتراضات کے جوابات دیئے تھے جو انہوں نے اپنے ایک اشتہار میں شائع کئے ہیں اور وہ اعتراض دو تھے۔ایک تو یہ کہ جماعت نے بغیر تحقیق کئے انہیں گالیاں دی ہیں اور دوسرا یہ کہ جماعت نے ایک ایسے آدمی کو گالیاں دی ہیں جس نے جماعت کے مفاد کیلئے قربانی کی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ان کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ جماعت نے ان کو کوئی گالیاں نہیں دیں بلکہ انہوں نے جماعت کو گالیاں دیں اور

جماعت نے جو کچھ جواباً کہا وہ اس سے بہت کم ہے جو انہوں نے ہمارے متعلق کہا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں نے جماعت کیلئے قربانی کی۔ وہ حالات سے مجبور ہو گئے تھے اس لئے وہ ہم سے علیحدہ ہوئے ورنہ انہوں نے پہلا خط جو مجھے لکھا اس سے ان کا مقصد ہرگز جماعت سے علیحدگی نہیں تھا بلکہ مجھے ڈرانا اور بعض باتیں مجھ سے منوانا تھا۔ لیکن جب ان کی وہ غرض پوری نہ ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ اب میرا اندرونہ بھی ظاہر ہو چکا ہے جس کے بعد میرا اس جماعت میں رہنا ناممکن ہے تو انہوں نے خود ہی اپنے تیسرے خط میں جماعت سے علیحدہ ہونے کا وقت مقرر کر دیا۔

اسی اشتہار میں انہوں نے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ میرے متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ میں جماعت سے الگ ہو گیا ہوں حالانکہ میں جماعت سے الگ نہیں ہؤا، صرف بیعت سے الگ ہؤا ہوں۔ میں نے اس سوال کے اصولی حصہ کا جواب پہلے دے دیا ہے بلکہ ان کے اشتہار کے شائع ہونے سے بھی پہلے میرے ایک خطبہ میں ان کے اس اعتراض کا جواب آچکا ہے اور وہ خطبہ آج کے الفضل میں چھپ بھی گیا ہے۔ آج میں ان کے بعض اُن دلائل کا جواب دینا چاہتا ہوں جو انہوں نے اس بارہ میں اپنے اشتہار میں دیئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ''میں اس جگہ بعض دوستوں کے اس خیال کے متعلق بھی کہ خلیفہ سے علیحدگی جماعت سے علیحدگی کے ہی مترادف ہے کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ جو شخص خلیفہ کی بیعت نہیں کرتا یا بیعت سے علیحدگی اختیار کرتا ہے وہ اصل سلسلہ سے بھی الگ ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکرؓ کی چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی تو کیا کوئی ان کے متعلق یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ اُس وقت تک اسلام سے خارج تھے؟ حضرت علیؓ کی بیعت مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ نے نہیں کی تھی تو کیا وہ سب اسلام سے خارج تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی تو کیا انہیں اسلام سے خارج سمجھتے ہو؟ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لینے کے بعد بیعت کو فسخ کر لیا مگر کوئی ہے جو جرأت کر کے انہیں اسلام سے خارج قرار دے۔ دوستو! یہ خیال کسی مصلحت کے ماتحت آج پیدا کیا جا رہا ہے ورنہ قرآن کریم، احادیث نبوی، عمل صحابہ کرام میں اِس کا نام ونشان بھی نہیں ملتا''۔

یہ گویا انہوں نے اِس بات کی تائید میں اپنی طرف سے دلائل دیئے ہیں کہ میں خلیفہ کی بیعت سے الگ ہؤا ہوں جماعت سے الگ نہیں ہؤا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مصری صاحب نے اس

جگہ دیدہ دانستہ غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ مجھے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ باوجود اس تمام مخالفت کے جو انہوں نے اختیار کی ہے، باوجود اس تمام عِناد کے جو انہوں نے ظاہر کیا ہے اور باوجود اس شدید دشمنی کے جس کے وہ مرتکب ہوئے ہیں، وہ احمدیت سے اتنے بے بہرہ ہو جائیں گے کہ چند دنوں کے اندر ہی اندر دیدہ دانستہ خلاف بیانی کے مرتکب ہونے لگ جائیں گے۔ چنانچہ میں ابھی ثابت کر دوں گا اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسا ثابت کر دوں گا کہ ایک جاہل سے جاہل اور اَن پڑھ سے اَن پڑھ انسان بھی یقینی طور پر سمجھ جائے گا کہ مصری صاحب نے قطعی طور پر جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

میرے اعلان کا مضمون یہ تھا کہ مصری صاحب ہماری جماعت سے الگ ہیں میں انہیں اپنی جماعت سے خارج سمجھتا اور ان کے خروج کا اعلان کرتا ہوں۔ مصری صاحب اس پر اعتراض یہ کرتے ہیں کہ میں نے جماعت سے نہیں بلکہ بیعت سے الگ ہونے کو کہا تھا۔ پس یہ مجھ پر غلط الزام ہے کہ میں نے جماعت چھوڑ دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ الگ ہو گئے تھے مگر کوئی ہے جو جرأت کر کے انہیں اسلام سے خارج قرار دے۔ اب اس امر کو دیکھو کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ جماعت سے الگ ہو گئے اور وہ مثال میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو پیش کرتے ہوئے دریافت یہ کرتے ہیں کہ کیا وہ اسلام سے نکل گئے تھے؟ یہ وہ دیدہ دانستہ دھوکا ہے جو انہوں نے لوگوں کو دیا۔ کیا ہماری جماعت آج قائم ہوئی ہے کہ ابھی تک اہم اپنی اصطلاحات کے مفہوم کو واضح نہیں کر سکے یا کیا مصری صاحب نئے آدمی ہیں کہ انہیں آج تک یہ علم نہیں ہو سکا کہ خلیفۂ وقت کی بیعت سے جب کوئی شخص الگ ہوتا ہے تو وہ احمدیت یا اسلام سے خارج نہیں سمجھا جاتا بلکہ جماعت سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت کے سلسلہ میں منسلک ہوئے قریباً تیس سال گزر چکے ہیں۔ مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی اور آج جولائی ۱۹۳۷ء ہے گویا ۲۹ سال اور کچھ مہینے سلسلۂ خلافت کو شروع ہوئے ہو چکے ہیں۔ اس تیس سال کے عرصہ میں ان اصطلاحات کے متعلق ہماری جماعت کے خیالات بار بار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی نئی بات ہو تو انسان کہہ سکتا ہے کہ مجھے معاف فرمائیے مجھے چونکہ علم نہیں تھا اس لئے دھوکا کھایا۔ مگر جس امر کے متعلق ۳۰ سال تک ہر ادنیٰ اعلیٰ، چھوٹا بڑا، عالم جاہل گفتگو کرتے چلے آئے ہوں اور بار بار اس کے متعلق جماعت کے خیالات ظاہر ہو چکے ہوں، اس کے متعلق ایک عالم کہلانے والا، ایک مولوی کہلانے

والا، ایک تبلیغیں کرنے والا، ایک مناظرے کرنے والا، ایک بحثیں کرنے والا اور ایک مدرسہ دینیہ کا لمبے عرصہ تک ہیڈ ماسٹر رہنے والا اگر یہ کہے کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا، دراصل مجھے دھوکا لگ گیا تھا، تو کیا کوئی بھی عقلمند اس کے اس عذر کو تسلیم کرے گا؟ اگر مصری صاحب جب میری بیعت سے الگ ہوئے تھے، ہم ان کی نسبت کہتے کہ مصری صاحب غیر احمدی ہوگئے ہیں تب بیشک وہ کہہ سکتے تھے کہ میں نے تو صرف خلیفۂ وقت کی بیعت چھوڑی ہے اور آپ لوگ مجھے احمدیت سے ہی خارج سمجھنے لگ گئے ہیں۔ یا اگر میں نے اپنی کسی تحریر یا تقریر میں ایک جگہ بھی یہ الفاظ استعمال کئے ہوں کہ مصری صاحب غیر احمدی ہوگئے ہیں تب تو بے شک وہ یہ مثال پیش کر سکتے اور کہہ سکتے تھے کہ جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے الگ ہوئے تھے تو کیا وہ اسلام سے خارج ہوگئے تھے؟ اگر نہیں تو پھر مجھے کیوں غیر احمدی کہا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے ایسا نہیں کہا۔ اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر سے اشارۃً یا وضاحتاً ظاہراً یا باطناً یہ ثابت کر دے کہ میں نے کہا ہو مصری صاحب احمدیت سے علیحدہ ہوگئے ہیں اور اب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر بھی ایمان نہیں رکھتے تب بیشک یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بیعت سے علیحدگی اختیار کی ہے، احمدیت سے علیحدگی تو اختیار نہیں کی اور تب بیشک وہ خود بھی سوال کر سکتے تھے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے بھی حضرت علیؓ کی بیعت کو فسخ کر لیا تھا مگر کیا کوئی ہے جو جرأت کر کے انہیں اسلام سے خارج قرار دے۔ لیکن جب میں نے ایک دفعہ بھی یہ الفاظ استعمال نہیں کئے اور نہ ہماری جماعت نے انہیں غیر احمدی کہا تو ان کا اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو پیش کرنا اور یہ دریافت کرنا کہ کیا وہ بیعت سے علیحدہ ہو کر اسلام سے نکل گئے تھے صریح دھوکا اور فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ میں نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ جماعت سے الگ ہو چکے ہیں نہ یہ کہ وہ احمدیت یا اسلام سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔

اب دوسری صورت یہ ہوسکتی تھی کہ اگر ہماری جماعت کا یہ محاورہ ہوتا کہ جو شخص بھی ہماری جماعت میں نہیں وہ احمدی نہیں۔ تب بھی وہ کہہ سکتے تھے کہ گو تم نے یہ الفاظ نہ کہے ہوں کہ میں احمدیت سے خارج ہوں مگر چونکہ جماعت میں عام محاورہ یہی ہے کہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے اسے احمدی نہیں سمجھا جاتا، اس لئے میں نے دھوکا کھایا اور سمجھا کہ آپ مجھے احمدی نہیں سمجھتے۔ گو ہم پھر بھی مصری صاحب کو غلطی پر سمجھتے۔ کیونکہ جب ہم نے انہیں غیر احمدی نہ کہا ہوتا تو انکا کوئی حق نہ تھا کہ وہ

خود بخود یہ قیاس کر لیتے کہ مجھے احمدی نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن بہرحال اس صورت میں کسی حد تک ہم سمجھ سکتے تھے کہ انہوں نے دھوکا کھایا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں نہ صرف یہ کہ یہ محاورہ نہیں بلکہ اس کے بالکل اُلٹ محاورہ رائج ہے۔ آپ لوگوں میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ۲۳ سال حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو وفات پائے گزر چکے ہیں۔ اس ۲۳ سال کے عرصہ میں احمدیوں میں سے جن لوگوں نے میری بیعت نہیں کی وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور گو ہم ان کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت میں نہیں مگر ہم یہ کبھی نہیں کہتے کہ وہ احمدی نہیں۔ ہم یہ تو کہا کرتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب ہماری جماعت میں نہیں یا یہ تو ہم کہا کرتے ہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب ہماری جماعت میں نہیں مگر ہم یہ نہیں کہتے کہ مولوی محمد علی صاحب احمدی نہیں یا خواجہ کمال الدین صاحب احمدی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ہماری جماعت کے کسی آدمی سے کہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے پاس میری سفارش کر دیں تو وہ یہی کہے گا کہ مولوی محمد علی صاحب سے ہمارا کیا تعلق، وہ ہماری جماعت میں نہیں۔ لیکن کیا آج تک ہم میں سے کسی شخص نے یہ کہا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب غیر احمدی ہیں؟ یقیناً ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی کہ ہم میں سے کسی عالمِ دین نے اُن کو غیر احمدی کہا ہو۔ پس ۲۳ سال کے عرصہ میں سینکڑوں ہیں جو ہماری جماعت میں سے نکلے مگر کیا ہم ان کو بیعت نہ کرنے کی وجہ سے یا بعض کو بیعت توڑ دینے کی وجہ سے غیر احمدی کہتے ہیں؟ ہم انہیں احمدی ہی کہتے ہیں۔ گو ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ متفرق گروہ ہے۔ مگر بہرحال کہتے ہیں ہم انہیں احمدی ہی ہیں اور آج تک کسی ایک شخص نے بھی میرے منہ سے یہ نہیں سنا ہوگا کہ میں نے کہا ہو مولوی محمد علی صاحب غیر احمدی ہیں، خواجہ کمال الدین صاحب غیر احمدی تھے یا شیخ رحمت اللہ صاحب غیر احمدی تھے۔ پس ہم ۲۳ سال سے برابر یہ اقرار کرتے چلے آئے ہیں کہ گو بعض لوگ ہماری جماعت میں نہیں مگر ہیں وہ احمدی ہی۔ پس یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں تھا جو آج پیدا ہوا۔ اگر مصری صاحب پہلے احمدی ہوتے جس نے خلیفۂ وقت کی بیعت کو توڑا ہوتا تب تو کہا جاسکتا تھا کہ انہیں دھوکا لگ گیا مگر وہ بیعت توڑنے والوں میں سے پہلے نہیں بیسیوں احمدی ان سے پہلے بیعت توڑ چکے ہیں مگر ان کو اگر وہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہوں ہم نے کبھی نہیں کہا کہ وہ غیر احمدی ہوگئے تو آج مصری صاحب کو یہ شبہ کس طرح پڑ گیا کہ انہیں غیر احمدی کہا جاتا ہے۔ جب وہ ہم میں شامل تھے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب ہماری جماعت میں نہیں، خواجہ کمال الدین صاحب ہماری جماعت میں نہیں مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہا کرتے تھے

کہ گو وہ ہماری جماعت میں نہیں مگر ہیں وہ احمدی ہی۔ اسی طرح شیخ رحمت اللہ صاحب اور سید محمد احسن صاحب امروہی کے متعلق بھی باوجود یہ کہنے کے کہ وہ ہماری جماعت میں نہیں وہ یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ وہ غیر احمدی ہیں۔ جو شخص ۲۳ سال خود یہ محاورہ استعمال کرتا رہا ہوا ُس کا بیعت سے الگ ہوتے ہی یہ کہنا شروع کر دینا کہ مجھے جماعت سے الگ قرار دے کر غیر احمدی سمجھا جاتا ہے، سراسر دنیاداری اور چالاکی ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا سمجھنا کسی کیلئے مشکل ہو۔ تم کسی احمدی بچے کے پاس چلے جاؤ۔ ایک سکول کے احمدی طالب علم سے ہی دریافت کرلو کہ کیا مولوی محمد علی صاحب ہماری جماعت میں ہیں؟ وہ کہے گا نہیں پھر اس سے پوچھو کیا مولوی محمد علی صاحب احمدی ہیں؟ وہ کہے گا ہاں۔ بلکہ وہی طالب علم جنہیں وہ پڑھایا کرتے تھے ان سے سوال کر کے دیکھ لو کہ کیا مولوی محمد علی صاحب ہماری جماعت میں ہیں وہ کہیں گے نہیں پھر ان سے سوال کرو کہ کیا وہ احمدی ہیں وہ کہیں گے ہاں۔

اب دوسری موٹی مثال اس کی میں یہ دیتا ہوں کہ اسی منبر پر کھڑے ہو کر میں نے مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی وفات پر اُن کا جنازہ پڑھنے کا اعلان کیا اور ساری جماعت کے ساتھ ان کا جنازہ پڑھا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ہم نے کسی غیر احمدی کا بھی کبھی جنازہ پڑھا۔ ہم غیر احمدیوں کا جنازہ کبھی نہیں پڑھتے صرف احمدیوں کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ پس میرا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کا جنازہ پڑھنا بتاتا ہے کہ میں ایسے لوگوں کو جو خلیفۂ وقت کی بیعت سے الگ ہو جائیں یا احمدی کہلا کر بیعت نہ کریں احمدی ہی سمجھتا ہوں۔ اور مصری صاحب تو میرے متعلق یہ اعلان کر رہے ہیں کہ میں انہیں معزول کراؤں گا۔ لیکن مولوی سید محمد احسن صاحب وہ تھے جنہوں نے میرے متعلق یہ اعلان کیا تھا کہ میں نے انہیں خلافت سے معزول کر دیا۔ پس وہ ہماری جماعت سے الگ ہو چکے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ ہماری جماعت سے الگ تھے اور باوجود اس کے کہ انہوں نے میرے متعلق یہ اعلان کیا تھا کہ میں انہیں خلافت سے معزول کرتا ہوں، اُن کی وفات پر میں نے اُن کا جنازہ پڑھا اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ اگر ہم انہیں غیر احمدی سمجھتے تو کبھی ان کا جنازہ نہ پڑھتے۔ لیکن جب میں نے مولوی سید محمد احسن صاحب کا جنازہ پڑھا تو اِس کے معنے یہی تھے کہ میں ان کو احمدی سمجھتا ہوں۔ پھر شیخ رحمت اللہ صاحب فوت ہوئے تو میں نے اُن کا جنازہ پڑھا، وہ بھی مبائع نہیں تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ ہماری جماعت میں شامل نہ تھے میں نے ان کا جنازہ پڑھا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ کسی شخص کے جماعت میں نہ

ہونے کا ہم یہ مفہوم نہیں لیتے کہ وہ احمدی نہیں۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ مبائع احمدی نہیں۔ یعنی خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے والی جماعت کا وہ حصہ نہیں وہ بیشک پہلے ہمارے ساتھ تھا مگر اب وہ کٹ گیا اور ہماری جماعت سے الگ ہو گیا ہے۔ تو یہ کتنا بڑا دھوکا ہے کہ ایک شخص ۲۳ سال ہمارے اندر رہتا ہے، جماعت کی اصطلاحات اور محاورات سے واقف ہے خود بھی یہ محاورہ استعمال کرتا رہتا ہے مگر جونہی وہ جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے کہتا ہے مجھ پر اتہام لگایا جاتا ہے کہ میں احمدی نہیں رہا۔ سوال یہ ہے کہ کس نے تمہیں کہا کہ تم احمدی نہیں رہے۔ جب کسی نے بھی ایسا نہیں کہا تو تمہارا جماعت پر یہ الزام لگانا بتاتا ہے کہ خود تمہارے دل میں کوئی شکوک پیدا ہوئے ہیں جن کو تم دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہو۔ ہمارا تو یہ طریق ہی نہیں کہ جب کوئی شخص ہماری جماعت میں سے الگ ہو تو اُس کے متعلق ہم یہ کہنا شروع کر دیں کہ وہ احمدی نہیں رہا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق بھی ہم یہی کہتے تھے کہ وہ ہماری جماعت میں نہیں۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کے متعلق بھی یہی کہتے تھے کہ وہ ہماری جماعت میں نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت میں نہیں۔ اسی طرح باقی تمام غیر مبائعین کے متعلق ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت میں نہیں۔ ہاں ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ سب احمدی ہیں اور ہم انہیں احمدی ہی سمجھتے ہیں گو احمدیہ جماعت میں نہیں سمجھتے۔ چنانچہ جب کبھی پیغامیوں اور ہماری جماعت میں مباحثہ ہو تو ہم انہیں یہی کہتے ہیں کہ جماعت تو ہماری ہی ہے جو ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکی ہے تم لوگ پراگندہ اور متفرق ہو۔ تمہارا حق نہیں کہ تم اپنے آپ کو جماعت کہو۔

پھر میرے متعدد فتوے موجود ہیں جن میں دوستوں نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ کیا غیر مبائعین کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور میں نے ہمیشہ انہیں یہی جواب دیا کہ جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم امام اُس شخص کو بناؤ جو تم میں سے اَتْقٰی اور معزز ہو۔ وہ لوگ چونکہ خلیفۂ وقت کا انکار کر کے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ[1] کے ماتحت آ چکے ہیں اس لئے ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا پسندیدہ فعل نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہاں اگر کسی موقع پر مجبور ہو جاؤ تو نماز کے ادب کے لحاظ سے یہ جائز ہے کہ تم کسی غیر مبائع کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ لیکن کیا یہی فتویٰ ہم نے کبھی غیر احمدیوں کے متعلق بھی دیا ہے کہ اگر مجبور ہو جاؤ تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ جب نہیں تو صاف معلوم ہوا کہ ہمارے

نزدیک بیعت سے الگ ہونا اور چیز ہے اور احمدیت سے الگ ہونا اور چیز۔ اب باوجودیکہ پیغامیوں کو ہم اپنی جماعت میں نہیں سمجھتے، پھر بھی ہم انہیں احمدی ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ جماعت اور چیز ہے اور احمدیت اور چیز۔ جماعت متفرق ہو جاتی ہے مگر مذہب دنیا میں باقی رہتا ہے۔

خلافت راشدہ جب دنیا سے مٹی تو جماعت بھی ساتھ ہی مٹ گئی مگر اس کے ساتھ مذہب نہیں مٹا۔ بلکہ مسلمانوں کی کئی جماعتیں بن کر کوئی افغانستان میں قائم ہوگئی، کوئی ایران میں، کوئی عرب میں قائم ہوگئی اور کوئی سپین میں۔ پس باوجود اس کے کہ مسلمان دنیا میں متفرق ہوگئے مذہب ان کے پاس رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خلافت موجود نہ ہو تو بیعت میں نہ شامل ہونے والے کا اور حال ہوتا ہے اور جب موجود ہو تو اَور ہوتا ہے۔ جس طرح پانی کی موجودگی میں تیمّم کرنے والے اور عدم موجودگی میں تیمّم کرنے والے میں فرق ہے۔ لیکن پھر بھی ہم یہ نہیں کہتے کہ جس نے بیعت توڑ دی وہ مسلمان نہیں رہا۔ ہاں اُس شخص کو گنہگار اور روحانیت سے دور ہو جانے والا ضرور قرار دیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اگر اس کے نفس میں شرارت ہے تو وہ ایمان سے کسی دن محروم ہو جائے گا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء ہمارے ساتھ عقائد میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے قائل نہیں۔ وہ آپ کے منکروں کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ ان میں بھی بزرگ اور نیک ہو سکتے ہیں۔ لیکن اِس وقت تک شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کوئی ایسا علان نہیں کیا جس سے ظاہر ہو کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے قائل نہیں۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم مولوی محمد علی صاحب کے متعلق تو یہ کہیں کہ وہ احمدی ہیں اور مصری صاحب کے متعلق یہ کہیں کہ وہ احمدی نہیں۔ جنہوں نے عقائد میں ہم سے بہت زیادہ اختلاف کیا جب ہم انہیں بھی آج تک احمدی کہتے رہے اور کہتے ہیں تو مصری صاحب کے متعلق یہ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ چونکہ انہوں نے بیعت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اس لئے وہ احمدی نہیں رہے۔ پس یہ کیسی چالبازی ہے کہ کہا جاتا ہے ''حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لینے کے بعد بیعت کو فسخ کر لیا۔ مگر کوئی ہے جو جرأت کر کے انہیں اسلام سے خارج قرار دے''۔ یہ سوال تو تب ہوتا جب ہم کہتے کہ چونکہ مصری صاحب نے بیعت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اس لئے وہ غیر احمدی ہو گئے ہیں۔ لیکن جب ہم نے یہ کہا ہی نہیں تو ایک جھوٹی

بنیاد پر لوگوں کو اشتعال دلانا صریح دھوکا دہی ہے جو انہوں نے اختیار کی۔ غرض یہ بات جو کہی گئی ہے اس میں دیدہ دانستہ اور جانتے بُوجھتے ہوئے انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اگر غیر مبائعین کو ہم غیر احمدی کہا کرتے تب تو انہیں شبہ ہوسکتا تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ مجھے بھی ان کی طرح غیر احمدی کہا جاتا ہے۔ مگر غیر مبائعین جو نہ صرف خلافت بلکہ نبوت میں بھی ہم سے اختلاف رکھتے ہیں، جب ہم نے انہیں بھی آج تک غیر احمدی نہیں کہا تو ان کو کس طرح احمدیت سے خارج قرار دے سکتے تھے اور جب ہم نے انہیں احمدیت سے خارج قرار نہیں دیا تو ان کا یہ کہنا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے الگ ہوگئے تھے تو کیا وہ اسلام سے نکل گئے تھے، صریح غلط بیانی ہے جو انہوں نے لوگوں کو جوش دلانے کیلئے کی ہے۔

پس نہ کبھی ہم نے ان کو غیر احمدی کہا اور نہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق ہم نے کہا کہ وہ اسلام سے نکل گئے تھے۔ بلکہ مصری صاحب سے زیادہ اختلاف رکھنے والوں یعنی غیر مبائعین کے متعلق بھی ہم نے کبھی نہیں کہا کہ وہ غیر احمدی ہوگئے ہیں۔ باوجودیکہ وہ ہم سے خلافت میں اختلاف رکھتے ہیں، امامت میں اختلاف رکھتے ہیں، نبوت میں اختلاف رکھتے ہیں، غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے اور ان سے رشتہ داری تعلقات قائم کرنے میں اختلاف رکھتے ہیں، کفر و اسلام میں اختلاف رکھتے ہیں پھر بھی ہم نے انہیں کبھی نہیں کہا کہ وہ غیر احمدی ہوگئے بلکہ ان کے پیچھے اشد ضرورت کے موقع پر نماز پڑھ لینے کے جواز کے متعلق میرے فتوے شائع شُدہ موجود ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے جنازے پڑھنا میرے عمل اور طریق سے ثابت ہے۔ تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ مصری صاحب کی موجودہ حالت میں ہم انہیں غیر احمدی کہتے۔

اب میں ان روایات کو لیتا ہوں جو انہوں نے بیان کی ہیں۔ پہلی روایت انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکرؓ کی چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی [۲] یہ روایت صحیح ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں اس قسم کا ذکر آتا ہے مگر ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مختلف فیہ روایت ہے یعنی یہ بھی روایت آتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت فوراً کرلی تھی [۳] اور یہ بھی روایت آتی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی۔ پس ایک روایت کو قائم کرنے اور اسے درست قرار دینے کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ پھر جن روایات میں یہ آتا

ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اُنہی میں سے بعض میں (میں نے حضرت خلیفۂ اوّل سے سنا ہے) یہ بھی آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دستی بیعت مَیں نے ابتدائی چھ ماہ میں اس لئے نہ کی کہ حضرت فاطمہؓ اتنی شدید بیمار تھیں کہ میں انہیں چھوڑ کر نہیں آسکتا تھا۔[۴] حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا یہی مذہب تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت فوراً ہی کر لی تھی۔

پس یہ دلیل کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی، اوّل تو یہ مکمل دلیل نہیں کیونکہ اس کے خلاف بھی روایات پائی جاتی ہیں۔ اور اگر بفرضِ محال دوسری روایت درست ہو تو پھر بھی یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ صرف حضرت فاطمہؓ کی شدید بیماری کی وجہ سے تیمارداری میں مشغول رہنے کے باعث وہ فوراً دستی بیعت نہیں کر سکے۔ اور یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص باہر ہو اور وہ کسی اشد مجبوری کی وجہ سے نہ آسکے۔ ایسی حالت میں اگر وہ اپنے دل میں خلیفۂ وقت کی بیعت کا اقرار کر چکا ہے تو وہ بیعت میں ہی شامل سمجھا جائے گا۔

دوسری دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ مگر حضرت عائشہؓ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی، اوّل تو تاریخی طور پر ثابت نہیں اور میں نے یہ کہیں نہیں پڑھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ لیکن اگر بفرضِ محال اس امر کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ اُس زمانہ میں ہر فردِ واحد خلیفۂ وقت کی اصالتاً دوبارہ بیعت کیا کرتا تھا۔ ہمیں تو تاریخی کتب کے مطالعہ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس زمانہ میں بڑے بڑے آدمی خلیفۂ وقت کی بیعت کر لیا کرتے تھے اور اُن کے بیعت کر لینے کی وجہ سے سارے علاقوں کی بیعت سمجھی جاتی تھی۔ صرف وہ لوگ خارج از بیعت سمجھے جاتے تھے جو خود بیعت کا انکار کریں ورنہ خاموشی اقرارِ بیعت قرار دی جاتی تھی۔ خصوصاً عورتوں کا خلفاء کی بیعت کرنا یہ تفصیلاً ثابت نہیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ مذہب کے بدلنے کا سوال ہوتا تھا اس لئے ہر فردِ واحد آپ کی بیعت کرتا تھا۔ لیکن رسول کریم ﷺ کے بعد جہاں تک تو میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مرد، ہر عورت اور ہر بچہ نے خلفاء کی دوبارہ بیعت کی ہو بلکہ جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ شہر کے معزز مرد بیعت کر لیا کرتے تھے اور انہی کی

بیعت میں عورتوں اور بچوں کی بیعت بھی شامل سمجھی جاتی تھی۔ یا ممکن ہے بعض عورتیں شوقیہ طور پر یا بعض مصالح کے ماتحت بیعت میں شامل ہو جاتی ہوں لیکن ملک کے تمام مردوں، تمام عورتوں اور تمام بچوں کے بیعت کرنے کا ثبوت کم از کم میری نگاہ سے کوئی نہیں گزرا۔ پس حضرت عائشہؓ کا بیعت نہ کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ عورتوں سے بلکہ دُور دراز کے مردوں سے بھی بیعت کا خاص تعہّد نہ ہوتا تھا۔ جب عام بیعت ہو جاتی تو باقی توابع اور عورتوں کی بیعت بیچ میں ہی شامل سمجھی جاتی تھی۔ ان حالات میں جب تک کوئی یہ ثابت نہ کر دے کہ اُس زمانہ میں تمام عورتیں خلفاء کی بیعت کیا کرتی تھیں اور حضرت عائشہؓ نے بیعت نہ کی تھی اُس وقت تک حضرت عائشہؓ عنہا کے بیعت کا ثبوت تاریخ میں نہ ملنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پھر صریح طور پر تاریخوں میں آتا ہے کہ گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابتدا میں مقابلہ کرنا چاہا تھا مگر جس وقت حضرت علیؓ کے لشکر اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر میں لڑائی ہوئی ہے، اُس وقت وہ لڑائی کیلئے نہیں بلکہ صلح کیلئے نکلی تھیں۔ چنانچہ جتنے معتبر راوی ہیں وہ تواتر اور تسلسل سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اِسی لئے نکلی تھیں کہ وہ دونوں لشکروں میں صلح کرائیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی اِس شرط پر بیعت کی تھی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لیں گے۔ یہ شرط ان کے خیال میں چونکہ حضرت علیؓ نے پوری نہ کی اِس لئے شرعاً وہ اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اِس سے قبل حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے جہاد کا اعلان کر چکی تھیں اور صحابہ کو اُنہوں نے اپنی مدد کیلئے طلب کیا تھا۔ اِس پر لوگوں کا ایک حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہو گیا اور انہوں نے جنگ کیلئے ایک لشکر تیار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اِس بات کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا۔ لیکن جب دونوں لشکر اکٹھے ہوئے تو دوسرے صحابہ نے دونوں فریق کو سمجھانا شروع کیا اور آخر صلح کا فیصلہ ہو گیا۔ جب یہ خبر اس فتنہ کے بانیوں کو پہنچی تو اُنہیں سخت گھبراہٹ ہوئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ہو صلح نہ ہونے دو کیونکہ اگر صلح ہو گئی تو ہمارے بھانڈے پُھوٹ جائیں گے۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو انہوں نے صلح کو روکنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر پر اور جو اُن کے لشکر میں تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شبخون مار دیا اور ہر فریق نے یہ خیال کیا کہ دوسرے فریق

نے اس سے دھوکا کیا ہے۔ اس پر جنگ شروع ہوگئی اور دونوں فریق کے سرداروں کو میدان میں نکلنا پڑا۔ یہ دیکھ کر بعض صحابہ اور رؤسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ اے عائشہؓ! آپ کے سوا آج اسلامی لشکر میں کوئی صلح نہیں کرا سکتا۔ آپ تشریف لائیں اور صلح کرائیں۔ چنانچہ وہ صلح کیلئے باہر نکلیں۔ یہ دیکھ کر اُن شریروں اور فتنہ پردازوں نے جو یہ چاہتے تھے کہ صلح نہ ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ اور ہودج پر تیر مارنے شروع کر دیئے۔ اس پر وہ لوگ جو رسول کریم ﷺ کی محبت میں سرشار تھے، آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے اِرد گرد حلقہ باندھ لیا اور ان لوگوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر تیر چلا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ایک شخص ان لوگوں میں سے ایک شخص کے پاس گیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے اِرد گرد حلقہ باندھے ہوئے تھا اور کہا کہ کیا تُو مسلمانوں کے اوپر تیر چلائے گا؟ وہ کہنے لگا خدا گواہ ہے میں مسلمانوں کے اوپر تیر نہیں چلانا چاہتا مگر میں اپنے آقا کی بیوی کو بھی یونہی نہیں چھوڑ سکتا۔ پس شرارتیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر تیر چلائے اور بعض صحابہ نے دفاع کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ورنہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کیلئے نہیں نکلی تھیں بلکہ آپس میں صلح کرانے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے والے لشکر کو سمجھانے کیلئے نکلی تھیں اور ان کا وہی فعل بیعت تھا۔

باقی رہا یہ کہنا کہ ''حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینے کے بعد بیعت کو فسخ کر لیا۔ مگر کوئی ہے جو جرأت کر کے انہیں اسلام سے خارج قرار دے''۔ میں اس کے متعلق بتا چکا ہوں کہ ہم نہ انہیں غیر مسلم کہتے ہیں اور نہ مصری صاحب کو غیر احمدی کہتے ہیں۔ ہاں اس سے یہ معلوم ضرور ہوتا ہے کہ انہیں غیر احمدی کہلانے کا شوق ہے اور شاید یہ پیش خیمہ ہے ان کے غیر احمدی بننے کا۔ چنانچہ کچھ تعجب نہیں کہ وہ تھوڑے دنوں کے بعد ہی یہ کہنے لگ جائیں کہ چلو جب جماعت مجھے غیر احمدی سمجھتی ہے تو میں غیر احمدی ہی ہو جاتا ہوں۔ ورنہ ہم نے تو آج تک ایک دفعہ بھی انہیں غیر احمدی نہیں کہا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑا، یہ ایک غلط مثال اور تاریخ سے ان کی ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ تاریخیں اِس

بات پر متفقہ طور پر شاہد ہیں کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو بیعت کی تھی وہ بیعت طَوعی نہیں تھی بلکہ جبراً اُن سے بیعت لی گئی تھی۔ چنانچہ محمدؒ اور طلحہؒ دو راویوں سے طبری میں یہ روایت آتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ جلد کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے تا امن قائم ہو اور فساد مٹے۔ آخر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ ہماری بیعت لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم نے میری بیعت کرنی ہے تو تمہیں ہمیشہ میری فرمانبرداری کرنی پڑے گی اگر یہ بات تمہیں منظور ہے تو میں تمہاری بیعت لینے کیلئے تیار ہوں ورنہ کسی اور کو اپنا خلیفہ مقرر کرلو، میں اس کا ہمیشہ فرمانبردار رہوں گا اور تم سے زیادہ اُس کی اطاعت کروں گا۔ انہوں نے کہا ہمیں آپ کی اطاعت منظور ہے۔ آپ نے فرمایا پھر سوچ لو اور آپس میں مشورہ کرلو۔ چنانچہ انہوں نے مشورہ سے یہ طے کیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں تو سب لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں گے ورنہ جب تک وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کریں گے، اُس وقت تک پورے طور پر امن قائم نہیں ہوگا۔ اِس پر حکیم بن جبلہ کو چند آدمیوں کے ساتھ حضرت زبیرؓ کی طرف اور مالک اشتر کو چند آدمیوں کے ساتھ حضرت طلحہؓ کی طرف روانہ کیا گیا۔ جنہوں نے تلواروں کا نشانہ کرکے انہیں بیعت پر آمادہ کیا یعنی وہ تلواریں سونت کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت علی کی بیعت کرنی ہے تو کرو ورنہ ابھی ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ انہوں نے مجبور ہو کر رضامندی کا اظہار کر دیا اور یہ واپس آ گئے۔[5] دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور فرمایا اے لوگو! تم نے کل مجھے ایک پیغام دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ تم اس پر غور کرلو۔ کیا تم نے غور کرلیا ہے اور کیا تم میری کل والی بات پر قائم ہو؟ اگر قائم ہو تو یاد رکھو تمہیں میری کامل فرمانبرداری کرنی پڑے گی۔ اس پر وہ پھر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور اُن کو زبردستی کھینچ کر لائے۔ روایت میں صاف لکھا ہے کہ جب وہ حضرت طلحہ کے پاس پہنچے اور ان سے بیعت کیلئے کہا تو انہوں نے جواب دیا اِنِّیْ اِنَّمَا اُبَایِعُ کَرْھًا۔[6] دیکھو میں زبردستی بیعت کر رہا ہوں خوشی سے بیعت نہیں کر رہا۔ اسی طرح حضرت زبیر کے پاس جب وہ لوگ گئے اور بیعت کیلئے کہا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اِنِّیْ اِنَّمَا اُبَایِعُ کَرْھًا تم مجھ کو مجبور کر کے بیعت کروا رہے ہو دل سے میں یہ بیعت نہیں کر رہا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن جندب اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد اشتر، طلحہ کے پاس گئے اور بیعت کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا مجھے مُہلت دو میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں مگر انہوں نے نہ چھوڑا اور جَاءَ بِهٖ يَتُلُّهٗ تَلًّا عَنِيفًا[۷] ان کو زمین پر نہایت سختی سے گھسیٹتے ہوئے لے آئے۔ جیسے بکرے کو گھسیٹا جاتا ہے۔

پھر حارث الوالی کی روایت ہے کہ حضرت زبیر کو جبراً حکیم بن جبلہ بیعت کیلئے لایا تھا اور حضرت زبیر یہ کہا کرتے تھے کہ جَاءَنِیْ لِصٌّ مِنْ لُصُوْصِ عَبْدِالْقَیْسِ فَبَایَعْتُ وَاللُّجُّ عَلٰی عُنُقِیْ۔[۸] یعنی عبدالقیس قبیلہ کے چوروں میں سے ایک چور میرے پاس آیا اور اس کے مجبور کرنے پر اِس حالت میں مَیں نے بیعت کی کہ تلوار میری گردن پر تھی اور مجھے کہا جاتا تھا کہ بیعت کرو ورنہ تمہاری گردن اُڑا دی جائے گی۔ اِس بیعت کو کون شخص ہے جو بیعت کہہ سکے۔

پھر تاریخوں سے صاف ثابت ہے کہ جب وہ حضرت علیؓ کی بیعت کرنے لگے تو انہوں نے کہا ہماری شرط یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے آپ بدلہ لیں۔ پس چونکہ اُنہوں نے شرط کر کے بیعت کی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی شرط پوری نہ کر سکے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے اور پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے اور اس سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں اور پھر چونکہ جبراً ان سے بیعت لی گئی تھی اس لئے وہ چوتھے دن ہی چلے گئے اور بیعت سے الگ ہو گئے۔

پس یہ کہنا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے بیعت کر کے چھوڑ دی ایک مغالطہ ہے وہ بیعت نہیں تھی بلکہ جبری بیعت تھی۔ اور اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کسی شخص کا ہاتھ زبردستی نیل کے مٹکے میں ڈال دیا جائے اور پھر کہنا شروع کر دیا جائے کہ اس نے اپنے ہاتھ نیلے کر لئے ہیں۔ انہوں نے بھی جبراً بیعت کی تھی۔ وہ خود کہتے ہیں ہم نے ایسی حالت میں بیعت کی وَاللُّجُّ عَلٰی اَعْنَاقِنَا جبکہ تلواریں ہماری گردنوں پر رکھی تھیں۔ پھر انہوں نے بیعت پر زیادہ دیر بھی نہیں لگائی۔ تیسرے یا چوتھے دن وہ مکے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ نہیں لیا جاتا اور اِسی شرط پر ہم نے بیعت کی تھی اِس لئے ہم اپنی بیعت پر قائم نہیں رہتے۔ اب بتاؤ اس میں اور مصری صاحب کی بیعت میں آیا کوئی بھی مناسبت ہے اور کیا مصری صاحب سے جب بیعت لی گئی تھی تو تلوار ان کی گردن پر رکھی گئی تھی؟ یا کیا انہوں نے کسی شرط پر میری بیعت کی تھی؟ اور کیا وہ ۲۳ سال تک میری اطاعت اور

فرمانبرداری کا اقرار نہیں کرتے رہے؟ پھران کی اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی نسبت ہی کیا ہے کہ وہ ان کی مثال اپنے لئے پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ اس بات کا ایک اور ثبوت کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے زبردستی بیعت لی گئی یہ ہے کہ جب جنگ جمل ہوئی انہوں نے حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا۔تو لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ سے کہا اَمَا بَایَعْتَنِیْ کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی؟ حضرت طلحہؓ نے کہا بَایَعْتُکَ وَ عَلٰی عُنُقِی اللُّجُّ [9] میں نے بیعت تو کی تھی مگر ایسی حالت میں جب تلوار میری گردن پر تھی۔مگر باوجود اس جبر کے انہوں نے بیعت کے وقت اقامتِ حد کی شرط کر لی۔گویا حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جو بیعت کی وہ انہوں نے اپنی خوشی سے نہیں کی بلکہ زبردستی ان سے بیعت کرائی گئی۔اوراس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے جبراً کسی شخص سے کلمہ پڑھایا جائے اور پھر کہہ دیا جائے کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھی وہ تلواروں سے ڈرا دھمکا کر بلکہ سختی سے گھسیٹ کر لائے اور انہوں نے کہہ بھی دیا کہ گو ہم بیعت کرتے ہیں مگر جبراً کرتے ہیں اور پھر اس شرط پر کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لیا جائے۔دراصل زبردستی بیعت لوگوں نے انہیں اس لئے کرائی کہ وہ سمجھتے تھے یہ دونوں صحابہ اثر ورسوخ رکھنے والے ہیں اور اگر ان دونوں نے بیعت کر لی تو باقی مسلمان بھی بیعت کر لیں گے اور عَالمِ اِسلامی میں امن قائم ہو جائے گا۔مگر کیا مصری صاحب اور ان کے رفقاء نے بھی ایسی حالت میں بیعت کی تھی کہ ان کی گردنوں پر تلواریں تھیں؟ اور کیا انہوں نے بھی بیعت کے وقت کوئی شرط کی تھی؟

پھر حدیثوں میں محمد وطلحہ کی روایت سے یہاں تک آتا ہے کہ بیعت کرنے کے معاً بعد حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور بعض دوسرے صحابہ حضرت علیؓ کے گھر گئے اور انہوں نے کہا کہ ہماری بیعت میں شرط تھی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں پر حد قائم کی جائے گی پس آپ ان کو سزا دیں اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عُذر کیا اور کہا اِس وقت فساد کا خطرہ ہے اور سب سے مقدم اسلام کی حفاظت ہے قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہو جانے سے کوئی حرج نہیں۔گویا انہوں نے ایک گھنٹہ بھی انتظار نہیں کیا بلکہ اِدھر بیعت کی اور اُدھر ان کے گھر چلے گئے کہ ہماری شرط پوری کی جائے ورنہ ہم آپ کی بیعت سے آزاد ہیں۔اور یہ وہ ہیں کہ ۲۳ سال تک ان کا منہ میری تعریفیں کر کر کے سُوکھتا رہا مگر آج یہ کہہ رہے ہیں کہ میرا اور طلحہؓ وزبیرؓ کا معاملہ ایک ہی ہے۔

میں ضمناً اس جگہ یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اُس زمانہ میں بیعت کا مفہوم کیا سمجھا جایا کرتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں سے بیعت لی تو اُس کے الفاظ یہ تھے **عَلَیْکَ عھدالله و میثاقه بالوفاء لتکونن لسلمنا سلما و لحربنا حربا و لتکفن عنا لسانک ویدک** [۱۰] کہ تم خدا کی قسم کھا کر مجھ سے یہ عہد کرتے ہو کہ تم ہمیشہ میرے مطیع وفرمانبردار رہو گے۔ جس سے میں صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ کروں گا اُس سے تم بھی جنگ کرو گے اور تم نہ اپنی زبان سے مجھ پر کوئی اعتراض کرو گے اور نہ اپنے اعمال سے میرے لئے کسی تکلیف کا باعث بنو گے۔ گویا بیعت کی یہ اہم شرط تھی کہ **ولتکفن عنا لسانک ویدک** ۔ اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھنا ہے اور مجھ پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرنا۔ یہ عہد تھا جو صحابہ بیعت کا سمجھتے تھے مگر مصری صاحب کہتے ہیں کہ میں برابر دو سال تک آپ کے خلاف مصالحہ جمع کرتا رہا اور ابھی ان کے نزدیک وہ میری بیعت میں ہی شامل تھے۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کیا قصور کیا، ہم نے صرف اعتراض ہی کیا تھا اور اعتراض کرنے میں آزادی ہونی چاہئے۔ انہیں غور کرنا چاہئے کہ اگر خلفاء پر اعتراضات کرنے میں اسلام آزادی سکھاتا ہے تو **ولتکفن عنا لسانک و یدک** کا کیا مفہوم ہے۔ اس میں تو صاف طور پر حضرت علیؓ نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ تم اپنی زبانوں کو روکے رکھنا اور کبھی مجھ پر اعتراض نہ کرنا۔ اسی طرح اپنے ہاتھوں کو ہمیشہ بند رکھنا اور کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جو میرے لئے دُکھ اور اذیت کا موجب ہو۔

پھر روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کم سے کم حضرت طلحہؓ کی نسبت کہ انہوں نے وفات سے پہلے دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور حضرت زبیرؓ نے بھی رسول کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی سُن کر حضرت علیؓ کا مقابلہ کرنے سے اِعراض کر لیا تھا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت زبیرؓ جب جنگ کیلئے حضرت علیؓ کے سامنے نکلے تو اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر سے کہا زبیر! تم کو وہ دن بھی یاد ہے جب رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک دن مَیں اور تم اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے مجھے اور تمہیں اکٹھے بیٹھے دیکھ کر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے علیؓ! وہ بھی کیا دن ہو گا جب یہ تیرے چچا کا بیٹا زبیر تجھ سے ایسی حالت میں لڑائی کرے گا جبکہ یہ ظالم ہو گا اور تُو مظلوم ہو گا۔ یہ سُن کر حضرت زبیر اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے اور اقرار کر لیا کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی

کی ۔اا لیکن لطیفہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ظالم قرار دیتے ہیں اور مصری صاحب کہتے ہیں اگر میں نے بیعت توڑ دی ہے تو کیا حرج ہؤا زبیرؓ نے بھی تو بیعت توڑی تھی اور حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا تھا۔ گویا وہ اپنے منہ سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ظالم ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو حضرت زبیرؓ سے نسبت دیتے ہیں اور حضرت زبیرؓ کو رسول کریم ﷺ نے ظالم قرار دیا تھا۔ اب کیا ظالم ہونا ان کے خیال میں کوئی گناہ نہیں صرف غیر احمدی ہونا ہی گناہ ہے۔ یہ مانا کہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت عملاً توڑ دی تھی مگر ساتھ ہی یہ بھی تو حدیث ہے کہ اے زبیر! تُو علیؓ سے ایسی حالت میں مقابلہ کرے گا جبکہ تُو ظالم ہوگا۔ پس جب وہ حضرت زبیرؓ سے اپنی نسبت دیتے ہیں تو کیا وہ اس حدیث کے ماتحت ظالم قرار نہیں پاتے؟ اور کیا ظالم ہونا ان کے نزدیک کم گناہ ہے کہ وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ پس حضرت زبیر تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سُن کر جنگ سے الگ ہوگئے اور اچانک حملہ کے وقت چونکہ وہ زخمی ہوگئے تھے بعد میں فوت ہوگئے۔ باقی رہے حضرت طلحہؓ ان کی نسبت روایات میں آتا ہے کہ حضرت طلحہؓ بھی میدانِ جنگ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان کے پیچھے ایک شخص گیا اور ان پر غفلت میں حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ اس کے بعد ان کے پاس سے ایک شخص گزرا اور آپ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ تیرا ہاتھ علیؓ کا ہاتھ ہے اور میں تیرے ہاتھ پر علیؓ کی دوبارہ بیعت کرتا ہوں۔

اب کُجا حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی حالت اور کُجا مصری صاحب کی حالت۔ کیا ان دونوں میں کوئی بھی نسبت ہے؟ اور کیا ان کا حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی مثال پیش کرنا کسی لحاظ سے بھی درست ہوسکتا ہے؟ مصری صاحب دریافت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب بیعت کو فسخ کر لیا تھا تو کوئی ہے جو جرأت کر کے انہیں اسلام سے خارج قرار دے۔ اور میں انہیں کہتا ہوں کہ ہم اگر انہیں اسلام سے خارج قرار نہیں دیتے تو آپ کو بھی بیعت سے الگ ہو جانے کی وجہ سے احمدیت سے کب خارج قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ ایک بھی میری ایسی تحریر دکھا دیں جس میں مَیں نے آپ کو غیر احمدی قرار دیا ہو تب تو سمجھ لیا جائے گا کہ آپ سچ بولتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی تحریر نہ دکھا سکیں تو کیا اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ نے دیدہ دانستہ غلط بیانی کی ہے۔ میری جس قدر تحریریں ہیں وہ چھپ چکی ہیں، میری تقاریر بھی محفوظ ہیں اور شائع ہوچکی ہیں پس اگر ان میں شرافت کا ایک ذرّہ بھی باقی

ہے اور اگر ایمان کی کوئی حس اِن میں موجود ہے تو وہ میرا کوئی ایک ہی ایسا حوالہ پیش کریں جس میں مَیں نے یہ کہا ہو کہ وہ میری بیعت سے الگ ہو کر غیر احمدی ہو گئے ہیں۔ اِس وقت ہزاروں وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے خطبات کو سُنا اور ہزاروں وہ لوگ ہیں جنہوں نے ''الفضل'' کے ذریعہ میرے خطبات کو پڑھا پھر کیا ان ہزاروں لوگوں میں سے کوئی ایک بھی بتا سکتا ہے کہ میں نے شیخ صاحب کو غیر احمدی کہا۔ جب ایک بھی ایسی گواہی نہیں مل سکتی تو یقیناً انہوں نے غلط بیانی کی۔ یقیناً انہوں نے ایک جُرمِ عظیم کیا، یقیناً انہوں نے لوگوں کو دھوکا و فریب دیا۔ اور پھر دیدہ دانستہ ان امور کا ارتکاب کیا کیونکہ ہم پہلے بھی کئی لوگوں کو اپنی جماعت سے خارج کر چکے ہیں اور ہم نے ان میں سے آج تک کسی کو محض جماعت سے الگ ہونے کی وجہ سے غیر احمدی نہیں کہا۔

اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ دیکھتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے ''سر الخلافہ'' میں تحریر فرماتے ہیں والحق ان الحق کان مع المرتضٰی ومن قاتله فی وقتهٖ فبغٰی و طغٰی یعنی سچی بات یہ ہے کہ سچ اور حق جو تھا وہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا۔ ومن قاتله فی وقتهٖ فبغٰی و طغٰی [12] اور حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں جن لوگوں نے آپ کا مقابلہ کیا وہ باغی اور سرکش تھے۔ اب چاہے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ہی کیوں نہ ہوں جس کسی نے حضرت علیؓ کا مقابلہ ان کی خلافت میں کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس وقت تک وہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں کھڑا رہا اُس وقت تک وہ باغی اور طاغی تھا (مگر میں جیسا کہ بتا چکا ہوں کہ صحابہ مقابلہ سے پہلے ہی پیچھے ہٹ گئے تھے اور فی الحقیقت مقابلہ کرنے والوں میں سے نہ تھے)۔ اب اگر مصری صاحب اس لئے خوش ہیں کہ میں گو غیر احمدی نہیں مگر باغی اور طاغی ہوں تو وہ بے شک خوش ہولیں۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جو شخص مومن ہو وہ خدا تعالیٰ کی ادنیٰ سے ادنیٰ ناراضگی سے بھی ڈرتا اور چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے ارتکاب سے بھی خوف کھاتا ہے۔ ان کو اگر اس بات کی پرواہ نہیں اور انہیں اس بات پر فخر ہے کہ میں باغی اور طاغی ہوں غیر احمدی نہیں تو بیشک اس پر فخر کر لیں ہم بھی انہیں غیر احمدی نہیں کہتے بلکہ باغی اور طاغی ہی کہتے ہیں۔

پس یاد رکھو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے گو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی مگر وہ جبری بیعت تھی، طَوعی بیعت نہیں تھی۔ اور پھر بیعت کے وقت انہوں نے شرط بھی کر لی تھی کہ حضرت عثمانؓ کے

قاتلوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ مگر جب ان کی نگاہ میں یہ شرط پوری نہ ہوئی تو انہوں نے بیعت توڑ دی۔ لیکن تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ان کے بیعت توڑنے کے فعل کو اُن کے ساتھیوں نے بھی ناپسند کیا۔ چنانچہ ایک شخص سے جب کسی دوسرے شخص نے کہا کہ تم تو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے مخالف تھے پھر آج حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں کیوں شامل ہو گئے؟ تو اُس نے کہا میں اس لئے ان کے ساتھ شامل ہؤا ہوں کہ اِنَّهُمْ نَكَثُوا الْبُيْعَةَ ۔[۱۳] طلحہؓ اور زبیرؓ نے بیعت کی اور پھر توڑ دی گویا باوجودیکہ ان کی بیعت جبری بیعت تھی، پھر بھی ان کے ساتھیوں نے ان کے فعل کو ناپسند کیا اور کہا کہ جب بیعت کر لی تھی تو خواہ جبری بیعت تھی پھر بھی اس بیعت کو توڑنا نہیں چاہئے تھا۔

غرض ان لوگوں کی مثالوں سے استنباط بالکل غلط ہے۔ انہوں نے بیعت یا تو عارضی طور نہ کی اور پھر کر لی یا پھر جنہوں نے بیعت کی کَرْهاً کی اور پھر فوراً الگ ہو گئے، استقرارِ بیعت کبھی نہیں ہؤا۔ یا پھر انہوں نے بیعت نہ کی مگر خلافت کا مقابلہ بھی نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اگر فلاں امر ہو جائے مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ لے لیا جائے تو ہم بیعت کر لیں گے۔ جیسے حضرت معاویہؓ ہیں کہ انہوں نے گو حضرت علیؓ کی اِسی وجہ سے بیعت نہیں کی مگر انہوں نے آپ کا مقابلہ بھی نہیں کیا۔ غرض تمکینِ خلافت کے بعد کسی کی مخالفت یا بیعتِ طَوعی کا توڑنا ہرگز ثابت نہیں اور اگر ہو تو اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ یہی ہے کہ فَبَغٰی وَ طَغٰی۔

بعض نادان اس موقع پر کہا کرتے ہیں کہ جب بیعت سے الگ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص غیر احمدی نہیں ہو جاتا تو پھر بیعت نہ کرنا یا بیعت کا توڑ دینا کوئی بڑا گناہ تو نہ ہؤا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایک خطرناک غلطی ہے۔ ایمان کے معاملہ میں جب انسان جان بوجھ کر کہتا ہے کہ فلاں فعل کا ارتکاب اگرچہ گناہ ہے مگر میں نے اگر کر لیا تو کیا حرج ہؤا تو وہ ضرور اپنے ایمان کو تباہ کر لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مجبوراً یا عادتاً یا جہالتاً نادانی سے کوئی گناہ کرتا ہے تو یہ اَور بات ہے۔ لیکن اگر ایک شخص سمجھتا ہے کہ فلاں امر گناہ ہے اور پھر وہ اسے معمولی بات خیال کر کے اس گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس شخص کو خدا دولتِ ایمان سے محروم کر کے ہی چھوڑتا ہے کیونکہ وہ باغی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہتک کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی تباہی میں بھی بہت بڑا دخل اس امر کا بھی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ چھوٹا گناہ ہے اور وہ بڑا۔ حالانکہ مومن کامل وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ادنیٰ ناراضگی سے بھی ڈرے اور اس کے ارتکاب سے

بچے۔ یہ نہ کہے کہ میرا احمدی نہ ہونا تو بہت بڑا گناہ ہے لیکن احمدی ہو کر نماز نہ پڑھنا یا روزے نہ رکھنا معمولی باتیں ہیں۔ جو شخص اس طرح اپنی رضا مندی اور خوشی سے جانتے بوجھتے ہوئے کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے چھوڑتا نہیں وہ خدا تعالیٰ کو چیلنج کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تیری رضا کی پرواہ نہیں۔ پس مومن تو خدا تعالیٰ کی ادنیٰ ناراضگی سے بھی ڈرتا ہے کُجا یہ کہ اس قدر اہم ناراضگی سے نہ ڈرے جو گو کفر نہیں مگر کفر کے دروازہ تک انسان کو پہنچا دیتی ہے۔ اور وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ کا اسے مورد بنا دیتی ہے۔ دراصل جو شخص نیکیوں کو یہ سمجھ کر چھوڑتا چلا جاتا ہے کہ وہ معمولی ہیں اور گناہوں کا اس لئے ارتکاب کر لیتا ہے کہ اس کے نزدیک ان گناہوں کا ارتکاب کوئی بڑی بات نہیں، اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں کسی شخص کو بہادری کا دعویٰ تھا وہ ایک دن کسی گودنے والے کے پاس گیا اور کہا کہ میرے بازو پر شیر گود دو۔ اس نے شیر گودنے کیلئے جب سُوئی ماری تو اُسے درد ہوا اور کہنے لگا بتاؤ کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا میں شیر کا کان گودنے لگا ہوں۔ کہنے لگا کون سا کان دایاں یا بایاں؟ اس نے کہا دایاں۔ وہ کہنے لگا اچھا اگر شیر کا دایاں کان نہ ہو تو آیا شیر رہتا ہے یا نہیں؟ وہ کہنے لگا رہتا کیوں نہیں۔ اس نے کہا اچھا تو دایاں کان چھوڑ دو اور آگے چلو۔ جب اس نے دوسرا کان بنانے کیلئے سوئی ماری تو پھر اسے درد ہوا اور وہ کہنے لگا اب کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اب بایاں کان گودنے لگا ہوں۔ وہ کہنے لگا اگر بایاں کان نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا رہتا کیوں نہیں۔ وہ کہنے لگا اسے بھی چھوڑ دو اور آگے چلو۔ پھر جب اس نے ٹانگ گودنا شروع کی تو وہ پھر کہنے لگا اگر ٹانگ نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ وہ کہنے لگا ٹانگ کے بغیر بھی شیر ہو سکتا ہے۔ کہنے لگا اسے بھی چھوڑ و اور آگے چلو۔ اس کے بعد اس نے دوسری ٹانگ گودنی چاہی تو پھر اس نے روک دیا۔ یہ دیکھ کر اُس گودنے والے نے سُوئی ہاتھ سے رکھ دی اور کہنے لگا ایک کان کے بغیر بھی شیر رہ سکتا ہے اور دوسرے کان کے بغیر بھی مگر یہ سب چیزیں چھوڑ دی جائیں تو پھر شیر کا کچھ نہیں رہتا۔ تو جب انسان دلیری سے یہ کہتا ہے کہ اگر فلاں نیکی چھوڑ دوں تب بھی ایمان باقی رہتا ہے اور فلاں گناہ کر لوں تب بھی میرے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہو سکتا۔ وہ آہستہ آہستہ تمام نیکیوں کو چھوڑتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے ایمان میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

پھر یہ بھی یاد رکھو کہ زمانوں کے بدلنے سے سزائیں بھی بدل جاتی ہیں۔ اور گو واقعہ ایک ہی قسم

کا ہوتا ہے مگر حالات کے اختلاف کی وجہ سے سزا کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھ لو تم کسی شہر میں رہتے ہو اور تمہارے پاس کوئی بھوکا شخص آتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ کھانے کیلئے دو تمہارے پاس کھانا موجود ہے مگر تم اسے نہیں دیتے اور وہ چلا جاتا ہے۔ اب تم ایک گناہ کے مرتکب ہوئے ہو کیونکہ وہ بھوکا تھا مگر تم نے اسے کھانا نہیں دیا۔ لیکن اگر تم ایک ایسے جنگل میں ہو جہاں بیس بیس تیس تیس میل تک آبادی کا نام ونشان نہیں اور کہیں سے کھانا ملنے کی امید نہیں ہوسکتی، لیکن تمہارے پاس وافر کھانا موجود ہے مثلاً ایک گھوڑا روٹیوں اور کھانے پینے کے سامان سے لدا ہوا تمہارے پاس کھڑا ہے ایسی حالت میں اگر ایک بھوکا تمہارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میرا بہت بُرا حال ہے مجھے ایک روٹی دے دو تا اسے کھا کر میرے بدن میں کچھ طاقت آجائے اور میں آبادی کے قریب پہنچ جاؤں تو ایسی حالت میں اگر تم اسے روٹی نہیں دیتے اور وہ بھوکا چلا جاتا ہے تو اس صورت میں بھی تم ایک گناہ کے مرتکب ہو گے کیونکہ کھانا تمہارے پاس موجود تھا مگر تم نے اسے نہیں دیا۔ لیکن ان دونوں جگہ ایک بین فرق بھی موجود ہے جو تمہارے جرم کو ایک جگہ معمولی اور دوسری جگہ سنگین بنا دیتا ہے۔ جب تم نے آبادی میں ایک بُھوکے اور غریب شخص کو روٹی نہ دی تو اُس وقت امکان تھا کہ اسے کوئی اور شخص روٹی دے دیتا مگر جنگل میں جب تم نے ایک بھوکے کو روٹی نہ دی اور ایسی حالت میں نہ دی جبکہ بیس بیس تیس تیس میل تک اسے کھانا ملنے کی امید نہ ہوسکتی تھی تو تم نے اسے بھوکا ہی نہیں رکھا بلکہ اگر وہ مر جائے گا تو تم اس کے قاتل بھی ٹھہرو گے۔ تو صرف عمل کو دیکھا نہیں جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اِردگرد کے حالات اس عمل کو کیا شکل دے رہے ہیں۔ بالکل ممکن ہے ایک عمل ظاہری نگاہ میں بالکل چھوٹا ہو مگر حالات کی وجہ سے وہ بہت بڑی اہمیت رکھنے لگے۔ مثلاً دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو حافظ قرآن ہیں اگر کوئی شخص کسی حافظ قرآن کو قتل کرتا ہے تو ہم اسے قاتل کہیں گے۔ لیکن فرض کرو اگر کسی وقت دنیا میں صرف ایک ہی حافظ قرآن ہو تو اگر کوئی شخص اُس کو مارے گا تو نہیں کہا جاسکے گا کہ دونوں کا فعل ایک جیسا ہے کیونکہ گو دونوں جگہ حافظ قرآن ہی قتل ہوئے ہوں گے مگر ان دونوں قتلوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ پہلا قاتل صرف ایک عام آدمی کا قاتل ہے مگر دوسرا قاتل صرف ایک آدمی کا قاتل نہیں بلکہ قرآن کا بھی قاتل ہے۔ کیونکہ اس کے قتل کے بعد دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا جس کے سینہ میں قرآن محفوظ ہو۔ تو صرف کسی عمل کی ظاہری شکل نہیں دیکھی جاتی بلکہ اس کے باطنی حالات بھی دیکھے جاتے ہیں۔

اب دیکھو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اُس وقت حکوت ساتھ تھی، اسلام مضبوط ہو چکا تھا، مُلکوں کے ملک اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور اسلامی شریعت پر رات اور دن عمل کروایا جارہا تھا۔ پس اُس وقت تفرقہ صرف سیاسی کمزوری پیدا کرتا تھا مگر یہ زمانہ اَور ہے، ترقی آہستہ ہے، حکومت غیر ہے، اسلامی تمدن قائم نہیں ہؤا۔ پس آج کا تفرقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو بالکل رائیگاں کرسکتا ہے۔ اسی لئے آج کا فساد اور اُس وقت کا فساد بالکل مختلف ہے۔ اُس وقت رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی اور اس وجہ سے وہ تمام مسائل جن کا تعلق حکومت کے ساتھ ہے قائم کر دیئے گئے تھے۔ مثلاً زکوٰۃ اور عشر کی تقسیم، لین دین کے مسائل، اقتصادیات کے متعلق احکام، بادشاہوں کا رعایا سے تعلق اور رعایا کا بادشاہ سے تعلق۔ یہ تمام امور ایسے تھے کہ ان کے متعلق شریعتِ اسلامی جن تفاصیل کی حامل ہے، وہ مسلمانوں میں قائم کر دی گئی تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو تفرقہ ہؤا گو اس سے مسلمانوں کو سیاسی لحاظ سے کمزوری ہوئی مگر بہرحال اس تفرقہ کے نتیجہ میں جو حکومتیں قائم ہوئیں وہ اسلامی حکومتیں ہی تھیں۔ کیونکہ اسلام عملی صورت میں دنیا میں قائم ہو چکا تھا۔ مگر اِس زمانہ میں اسلام کی ترقی آہستہ آہستہ مقدر ہے اور ابھی احمدی حکومتیں دنیا میں قائم نہیں ہوئیں۔ زکوٰۃ اور خراج کے مسائل، لین دین کے معاملات، حکومت اور رعایا یا امیر اور غریب کے متعلق احکام، آقا اور ملازمین کے تعلقات، رعایا کے فرائض، اسلامی حکومت کے حقوق اور فرائض، حکومتوں کے آپس کے تعلقات اور ورثہ اور سُود وغیرہ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق اسلامی تعلیم دنیا میں قائم نہیں ہوئی۔ پس یہ ساری عملی اسلامی زندگی ابھی پوشیدہ ہے اور اُس وقت کا انتظار کر رہی ہے جب کہ اسلامی بادشاہتیں دنیا میں پھر قائم ہوں اور ان امور کے متعلق اسلامی تعلیم کا احیاء ہو۔

پس چونکہ ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم دنیا میں صحیح طور پر قائم نہیں ہوئی اور نہ تمدن کے متعلق اسلام کی وہ تعلیم دنیا میں رائج ہوئی ہے جس کو کامل طور پر رائج کرنا خدا تعالیٰ کا منشاء ہے اس لئے آج اگر کوئی شخص تفرقہ کرتا اور جماعت کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ صرف معمولی مجرم نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قاتل ہے۔ کیونکہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم دنیا میں قائم نہیں ہوئی اور اس کے قائم ہونے میں ایک لمبا عرصہ

درکار ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی نسبت فرماتا ہے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ [۱۴] یعنی وہ جماعت اس سبزے کی طرح ہوگی جو زمین میں سے نکلتا ہے اور نہایت ہی کمزور اور ناطاقت ہوتا ہے۔ جدھر سے بھی ہوا چلتی ہے وہ اس کے دباؤ سے جھک جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ آندھیاں اور ہوائیں اُسے جڑ سے نہیں اُکھاڑ سکیں گی بلکہ وہ پودا بڑھے گا اور بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ مضبوط ہو جائے گا اور دنیا کے حوادث اور مخالفت کی آندھیاں اسے اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکیں گی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلافت قائم ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی خلافت قائم ہوئی مگر اِن دونوں خلافتوں میں ایک فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی اسلام کے تمام احکام عملی طور پر قائم ہو گئے تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان احکام کے عملی صورت میں قائم ہونے کیلئے ایک لمبا عرصہ مقدر ہے۔ پس گو پہلے خلفاء کے زمانہ میں بھی اگر کوئی تفرقہ کرتا تو وہ شدید گناہ کا مرتکب ہوتا مگر عملی صورت میں یقیناً اسلامی احکام کو نقصان نہ پہنچ سکتا کیونکہ اسلامی تعلیم قائم ہو چکی تھی۔ اسے جو بھی نقصان اور ضُعف پہنچتا وہ سیاسی ہوتا۔ لیکن آج اگر کوئی شخص تفرقہ پیدا کرتا اور جماعت کے اتحاد کو تباہ کرنے کے درپے ہوتا ہے تو وہ صرف تفرقہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اسلام کو ضُعف پہنچاتا اور اس کی ترقی میں زبردست روک بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی سزاؤں میں بھی دونوں جگہ فرق ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ فعل بتا رہا ہے کہ اس زمانہ کے خلفاء اور اِس زمانہ کے خلفاء کے انکار کی سزاؤں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اُس وقت جو خلافت کے مخالفین تھے وہ مذہب سے دور نہیں ہوئے مگر آج جو شخص خلافت کی مخالفت کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ مذہب کو بھی یا تو بالکل چھوڑ دیتا ہے یا اس کے مذہب میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سعد نے بیعت نہ کی۔ آپ نے حکم دیا کہ ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ چنانچہ کوئی شخص اُن سے نہ بولتا اور نہ لین دین کے تعلقات رکھتا لیکن وہ مسجد میں آتے، نماز پڑھتے اور چلے جاتے۔ پھر سعد جب فوت ہوئے تو تمام مسلمانوں نے اُن کا جنازہ پڑھا اور اس طرح انہوں نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ وہ انہیں مومن ہی سمجھتے تھے (سعد نے بھی کبھی کوئی اعتراض حضرت ابوبکرؓ پر یا نظامِ سلسلہ پر نہیں کیا نہ کبھی عملاً اس کی مخالفت کی)۔

حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت معاویہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی مگران کے ایمانوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ ممکن ہے دنیا میں انہیں جسمانی طور پر بعض سزائیں ملی ہوں مگران کے ایمان ضائع نہیں ہوئے۔ پھر بعض نے ان میں سے توبہ کرلی اور بعض کے متعلق ہمیں پورے حالات معلوم نہیں۔ بہرحال ان میں سے کسی کے ایمان ضائع ہونے کی خبر ہمیں نہیں ملتی مگر اِس زمانہ میں جس نے بھی خلفاء کی مخالفت کی آہستہ آہستہ اس کے مذہب میں بھی رخنہ پڑ گیا اور وہ اصل اسلام اور احمدیت سے بہت دور ہوگیا۔ چنانچہ سب سے پہلے مولوی محمد علی صاحب اوران کے رفقاء نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی مخالفت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد سب سے پہلا جو جلسہ سالانہ ہؤا اُس میں اپنی تقریروں کے دوران میں انہوں نے آپ پر حملے کرنے شروع کردیئے اور جماعت کے لوگوں کو اس امر کی طرف مائل کرنا شروع کردیا کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی مقرر کردہ جانشین اور خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے، حضرت خلیفہ اوّل نہیں۔ مگر اس مخالفت کا کیا نتیجہ ہؤا؟ سعد کی طرح ان کا حال نہیں ہؤا، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرح محض حدود کے قیام تک ان کی مخالفت محدود نہیں رہی بلکہ خلافت کا انکار کرنے کے بعد انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا بھی انکار کردیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ اور مقام کا بھی انکار کردیا۔ بعض ان امور کا بھی انکار کردیا جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عقائد میں شامل فرمایا ہے اور اس طرح ان کے مذہب میں بہت بڑا رخنہ واقع ہوگیا۔

پھر مستریوں نے جب میری مخالفت کی تو انہوں نے سب سے پہلے جو اعلان کیا وہ مصری صاحب کی طرح ''ایک دردمندانہ اپیل'' ہی تھی اور اس میں لکھا کہ ہم احمدیت سے الگ نہیں ہوئے۔ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر کامل ایمان ہے ہمارا اختلاف صرف موجودہ خلیفہ سے ہے ورنہ یہ کب ہوسکتا ہے کہ ہم احمدیت چھوڑ دیں۔ مگر پھر وہی عبدالکریم وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر احمدیوں سے مناظرے کرتا رہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وہ بالکل الگ ہوگئے۔ آخر یہ فرق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے خلفاء کے منکروں اور موجودہ خلفاء کے منکروں کی سزا میں ہے، کیوں ہے؟ خدا نے اُس وقت کے خلفاء کے منکرین کے ایمان کیوں ضائع نہ کئے اور آج جو خلفاء کا انکار کرتا ہے، اس کا ایمان کیوں ضائع ہوجاتا ہے؟ اسی لئے کہ آج جو شخص خلفاء کا انکار کرتا ہے اور جماعت میں تفرقہ و اِنشقاق

پیدا کرتا ہے وہ نہ صرف خلفاء کا انکار کرتا ہے بلکہ اسلام کی اس عملی زندگی پر بھی تبر چلاتا ہے جس کو قائم کرنا خدا تعالیٰ کا منشاء ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اسلام کی عملی زندگی قائم ہو چکی تھی اور خلفاء کا انکار سیاسی نقصان پہنچاتا تھا۔ پس چونکہ آج جو شخص خلفاء کی مخالفت کرتا ہے وہ اسلام کی عملی زندگی اور دنیا کے ایمان پر تبر چلاتا ہے، اس لئے خدا تعالیٰ اس جُرم کی سزا میں اس کا ایمان بھی ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن پہلے زمانہ میں مخالفت، اسلام کو صرف سیاسی نقصان پہنچاتی تھی اس لئے مخالفت کرنے والوں کو دنیا میں بعض جسمانی سزائیں مل جاتیں روحانی سزا اِس حد تک انہیں نہیں ملتی تھی۔

مصری صاحب بے شک کہہ رہے ہیں کہ گو مجھے خلیفۂ وقت سے اختلاف ہے مگر میں احمدیت پر قائم رہوں گا۔ پہلوں سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے اس اختلاف کو وسیع کر کے احمدیت کے خصائص بھی ترک کر دیئے۔ اب میں بتاؤں گا کہ مخالفت اور اختلاف کے باوجود کس طرح احمدیت پر انسان قائم رہتا ہے۔ مگر جس قسم کے گندے اعتراض وہ کر رہے ہیں اور جس قسم کے ناپاک حملوں کے کرنے کی ان کی طرف سے اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اطلاعیں آ رہی ہیں، اگر وہ ان پر مُصِر رہے اور اگر انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے توبہ نہ کی تو میں کہتا ہوں احمدیت کیا اگر ان کے خاندانوں میں حیا بھی باقی رہی تو وہ مجھے کہیں۔ بلکہ میں اس سے بھی واضح الفاظ میں یہ کہتا ہوں کہ جس قسم کے خلافِ اخلاق اور خلافِ حیا حملے وہ کر رہے ہیں اس کے نتیجہ میں اگر ان کے خاندان فحش کا مرکز بن جائیں تو اسے بعید از عقل نہ سمجھو۔

پس میں پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہوں نے اپنے اشتہار میں جس قدر مثالیں پیش کی ہیں وہ بالکل غلط ہیں اور ان میں سے ایک بھی ان کے طریقِ عمل پر چسپاں نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ کے فعل نے پہلے زمانہ اور اِس زمانہ میں نمایاں امتیاز قائم کر کے دکھلا دیا ہے۔ پس اب جو شخص خلافت کی مخالفت کرتا ہے وہ پہلوں سے بہت زیادہ سزا کا مستحق ہے اور یقیناً اگر کوئی شخص خلافت کے مقابلہ پر اصرار کرے گا اور اپنے اس فعل سے توبہ نہیں کرے گا تو اُس کا ایمان بالکل ضائع ہو جائے گا اور آج نہیں تو کل وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی حملہ کرنے لگے گا۔ اور پھر بالکل ممکن ہے وہ اس سزا کے نتیجہ میں اخلاقِ فاضلہ کو بھی اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے اور حیا اور شرم سے اسے دور کی بھی نسبت نہ رہے۔ پس زمانہ کے حالات سزاؤں کو بدل دیتے ہیں۔ اُس زمانہ کے حالات بالکل اور تھے اور اب

حالات اور ہیں۔ اب جولوگ خلافت کا مقابلہ کریں گے اُنہیں یقیناً ایسی سزائیں ملیں گی جو نہایت ہی عبرتناک ہوں گی اور یقیناً اپنی اپنی مخالفت اور عِناد کے مطابق ان کے ایمان بھی ضائع ہوتے چلے جائیں گے۔

(الفضل یکم اگست ۱۹۳۷ء)

ا النور: ۵۶

۲ تاریخ ابن اثیر جلد۲ صفحہ۴۳۱ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء

۳ تاریخ طبری جلد۴ صفحہ۲۶۔۲۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۷ء

۴

۵ تاریخ طبری جلد۵ صفحہ۴۵۰ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۷ء

۶ تا ۸ تاریخ طبری جلد۵ صفحہ۴۵۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۷ء

۹ تاریخ طبری جلد۵ صفحہ۵۴۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۷ء

۱۰

۱۱ تاریخ ابن اثیر جلد۳ صفحہ۲۴۰ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء

۱۲ سر الخلافة صفحہ۳۸ روحانی خزائن جلد۸ صفحہ۳۵۲ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ

۱۳

۱۴ الفتح: ۳۰